جود وسخا کی معاشی اہمیت اور تقاضے

سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ

An Analysis of Social Standing and Necessities of Generosity in the light of Prophetic Sunnah (SAW)

Dr. Abbas Ali Raza
Assistant Prof. Faculty of Social Sciences, Department of Islamic Studies
Lahore Garrison University, Lahore
Email: abbasaliraza@lgu.edu.pk
Zainab Moin
Lecturer Department of Islamic Studies
Fatima Jinnah Women University, Rawalpindi
Email: zainab.moin@fjwu.eud.pk
Dr. Muhammad Arshad Zia
Director Islamic Institute Oslo, Norway
Email: arshadzia313@gmail.com

Abstract
Generosity is an extraordinary virtue that makes an individual prolific in this world and in the world hereafter. The trait of generosity similarly styles him a pioneer and fecund in the sight of Allah Almighty. Allah Says in Quran "Truly, my Lord enlarges the provision for whom He wills of His slaves, and also restricts it) for him, and whatsoever you spend of anything (in God's Cause), He will replace it. And He is the Best of providers." (Quran 34:39). Prophet Muhammad (SAW) is the great reflection of Quran and said that "The believer is simple and generous, but the wicked person is deceitful and ignoble." For the equilibrium of general public, it is additionally fundamental that the rich individuals of the society have the habit of spending generously for fair distribution of Sadaqat in the society at larger level. Allah has empowered generosity in many places of the Quran. Additionally, Muslim gain many lessons of being generous from the teachings of the Prophet Muhammad (SAW). Sadly, the moral worth of generosity is declining in today's time. Also, certain individuals are utilizing generosity trait for their image to be good in the eyes of public, which is not recommended in the teachings of Prophet Muhammad (SAW). This research aims at sensitizing the masses through Prophetic teachings towards generosity.
Keywords: Generosity, Prophet's teachings, Successful life, Morality, Worldly Life, Society

بتقاضائے فطرت انسان اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے کیونکہ خالقِ کائنات نے انسان کی تخلیق ہی اسی طرز پر فرمائی ہے کیونکہ اکیلا انسان اپنی ضروریاتِ زندگی کو تنِ تنہا پورا نہیں کر سکتا بلکہ اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے پورے ایک معاشرے کی ضرورت ہے۔ جہاں پر باہم سب مل کر اپنی ضروریاتِ کی

تکمیل کا سامان کرتے ہیں۔ گویا ایک انسان اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے معاشرے کے دیگر افراد کا محتاج ہے۔ یہی چیز انسان کو معاشرتی طرزِ زندگی اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ کسی بھی انسانی معاشرے میں بسنے والے افراد یکساں نہیں ہوتے۔ بلکہ ان میں معاشی تفاوت ہوتا ہے۔ کوئی امیر تو کوئی غریب ہوتا ہے۔ کوئی ضروریاتِ زندگی کو بمشکل پورا کر پاتا ہے تو کہیں سامانِ تعیش کی فراوانی ہوتی ہے۔ اس معاشرتی تفاوت میں بھی خالقِ کائنات کی بے شمار حکمتیں پنہاں ہیں۔ بہر حال اس نے معاشرے کے ایسے افراد جو معاشی طور پر مستحکم ہیں انھیں معاشرے کے دیگر غریب افراد پر خرچ کرنے کی ترغیب و ترہیب دی۔ معاشرے کا مالدار طبقہ جب اپنے ہی جیسے دیگر انسانوں کو کسمپرسی کی حالت میں دیکھتا ہے تو اُن کے دُکھوں کا مداوا کرتا ہے۔ اس عمل کو سخاوت کہتے ہیں اور انفاق فی سبیل اللہ بھی کہتے ہیں۔ کسی کے دُکھ درد یا مصیبت کے وقت کام آنا نہ صرف یہ انسانیت کا اعلیٰ ترین درجہ ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی یہ عمل دامِ قبولیت کو پہنچا ہوا ہے۔ دیگر مذاہب کی طرح دینِ اسلام میں بھی سخاوت اور دوسروں کے دُکھ درد یا پریشانی کے موقع پر مدد کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ بلکہ قرآن مجید میں یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ اللہ پاک نے اُمراء کو جو مال و دولت اور رزق کی فراوانی عطا کی ہے اس میں ایک معین مقدار میں معاشرے کے غرباء اور مسکین لوگوں کا بھی حصہ مقرر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ. لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ. [1]

"اور وہ جن کی دولت و ثروت میں ایک معین مقدار ہے سوالی کے لیے اور جو محروم ہے اس کے لیے۔"

معاشرے کے کمزور غریب افراد کی کفالت اور خبر گیری کا جس قدر اہتمام دینِ اسلام کرتا ہے۔ اور کوئی دین نہیں کرتا۔ مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ میں اللہ رب العزت نے معاشرے کے اُمراء کو بالکل واضح اور صریح الفاظ میں حکم صادر فرمایا کہ جو رزق اور نعمتیں تمھیں عطا کی گئی ہیں جو دولت و ثروت آپ کے پاس ہے اس میں غریبوں اور معاشرے کے ناداروں کا بھی حصہ ہے۔ اس مال و دولت پر فقط آپ کا ہی حق نہیں ہے بلکہ مساکین اور فقراء کا بھی حصہ رکھا گیا ہے۔ آج دینی تعلیمات سے دوری کے سبب اور اپنے خالق سے کمزور رشتے کی وجہ سے لوگوں میں ہوسِ زر بڑھ گئی ہے۔ ہر شخص جائز و ناجائز طریقے کی پرواکیسے بغیر مال جمع کرنے کی فکر میں دُبلا پتلا ہو رہا ہے۔ غربا اور مساکین کی خبر گیری یا اُن کی کفالت تو دور کی بات ہے آج کے عہد میں تو اس قدر بے حسی بڑھ چکی ہے کہ لوگ ایک دوسرے کو روند کر اور ایک دوسرے کے اوپر سے گزر کر فقط دولت کو اکٹھا کرنے میں مصروف ہیں۔ کسی غریب کا آج کوئی پُرسانِ حال نہیں ہے۔ جس کے نتیجے میں معاشرے میں کئی بُرائیوں کے جنم لینے کے ساتھ ساتھ غریب اور امیر کے درمیان خلیج گہری ہوتی جا رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پھر سے سیرتِ طیبہ اور قرآن و سنت کی

تعلیمات اور خدائے بزرگ و برتر کی خوشنودی کے لے غریبوں اور بے کسوں کی داد رسی کی جائے اور ان کی ضروریات کو پورا کیا جائے تا کہ معاشرے میں توازن پیدا ہو۔

جود وسخا کا معنیٰ و مفہوم

جود و سخا بنیادی طور پر عربی زبان کے دو الفاظ کا مرکب ہے۔ جو کہ کسی بھی انسان میں موجود معاشرے کے درد مند اور حاجت مند لوگوں کے جذبہ خبر گیری اور اُن کی حاجت روائی کو کہتے ہیں یعنی یہ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو انسان کو نیکی کے کام پر اُبھارتی ہے جیسا کہ "مقاييس اللغة" میں ہے:

"صفة في النفس تدعوا إلى بذل الخير بسهولة ولين."[2]

"سخا دل کی اس صفت کا نام ہے جو سہولت اور آسانی کے ساتھ نیکی اور بھلائی کے کام پر اُبھارتی ہے۔"

جود و سخا ان لوگوں کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے جو نیک اور عظیم لوگ ہیں۔ جود و سخا کی صفت اپنے موصوف کو بغیر کسی معاوضہ کے اچھے کام کرنے پر آمادہ کرتی ہے جیسا کہ غرباء پر پیسے وغیرہ خرچ کرنا یا کسی کی مشکل میں اپنی مصروفیت میں سے وقت نکال کر اس کی مدد کرنا۔ اس میں اہم بات یہ ہے کہ جس شخص میں یہ صفت موجود ہے وہ سخی ہے۔ اگرچہ حقیقت میں اُسے خرچ کرنے کا موقع ملا ہو یا نہ ملا ہو۔ مگر ایسے جذبہ صادقہ کا حامل شخص سخی ہی کہلائے گا۔ اسی سخاوت کی تعریف لکھتے ہوئے امام غزالی فرماتے ہیں:

"فالجود وسط بين الأسراف والاقتار، و بين الوسط و القبض وهو ان يقدر بذله و امساكه بقدر الواجب، فلا يكفي أن يفعلك ذلك بجوارحه ما لم يكن قلبه طيبا به غير منازع له فيه."[3]

امام غزالی فرماتے ہیں کہ فضول خرچی اور بخیلی اسی طرح وسعت اور تنگی کے درمیانی راستے کا نام سخاوت ہے۔ یعنی اسراف اور بخیلی کے درمیان راہِ اعتدال یعنی بقدرِ ضرورت خرچ کرنا، یہ سخاوت کہلاتا ہے۔ تاہم اس کے لیے ضروری ہے کہ دل بھی صاف ہو اور مکمل خوش طبعی اور کشادہ دلی کے ساتھ خرچ کرنا نہ کہ محض ظاہری اعضاء سے خرچ کرنا اور حقیقت میں دل تنگ ہو رہا ہو۔ تو یہ کافی نہیں ہے۔ اب ہم جود و سخا کے لغوی معنیٰ کو بیان کرتے ہیں:

"السخاء: الجود و الكرم. يقال سخو الرجل. يسخو، سخاءً و سخاوة، اي جاد علي غيره. و اصله اتساع الشئ و امتداده، و قيل اللين و السهولة."[4]

"سخاوت تو کرم اور جود کو کہا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے آدمی نے دوسرے شخص پر سخاوت کی۔ لفظ السخاء کا حقیقی معنیٰ ہے کسی شئ کا پھیلنا اور دراز ہو جانا۔ دوسرے قول کے مطابق اس حقیقی معنیٰ آسانی اور نرمی ہے۔"

ان تمام تعریفات اور معانی کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ سخاوت دل کی اس خاص کیفیت کا نام ہے جس کے نتیجے میں انسان دوسرے کے کام آتا ہے۔ دوسروں کے لیے اپنے دل کو کشادہ کرتا ہے اور دوسروں کے لیے اپنے بازوؤں کو کھولتا ہے۔ دوسرے کے دُکھ درد میں ان کی غمگساری کرتا ہے۔ پریشانی کے وقت ہر ممکن طریقے سے مدد کرتا ہے تو اس کیفیت کو جود وسخا کہتے ہیں۔

سخاوت اور قرآنی تعلیمات

اللہ کریم نے قرآن مجید میں جابجا اپنا مال غربا اور معاشرے کے پسے ہوئے طبقے پر خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے کیونکہ معاشرے میں اگر سب امیر ہو جائیں تو بھی معاشرہ عدم توازن کا شکار ہو جائے گا اور اگر اسی طرح سارا معاشرہ ہی غریب ہو جائے تو بھی معاشرہ میں توازن بگڑ جائے گا جس کے سنگین نتائج ہوں گے۔ اسی لیے ہر معاشرے میں کچھ صاحبِ ثروت تو کچھ سفید پوش طبقہ ہوتا ہے۔ اور معاشرے کا کچھ حصہ غرباء و مساکین پر مشتمل ہوتا ہے۔ دیگر مذاہبِ عالم کی طرح اسلامی تعلیمات اور قرآنی ہدایات بھی سخاوت اور غرباء و مساکین پر خرچ کرنے کے حوالے سے موجود ہیں۔ رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں کامیاب اور فلاح پانے والے لوگوں کی خوشیوں کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَۙ۳ . .[5]

"اور وہ لوگ جو بن دیکھے ہی اللہ پر ایمان لے آتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں اور جو رزق اللہ نے انھیں عطا کیا ہے اس میں سے وہ اللہ ہی کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ پس یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں۔ اور یہی تو وہ لوگ ہیں جو کامیاب و کامران ہیں۔"

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ پاک نے ان لوگوں کا تذکرہ فرمایا ہے جو کامیاب اور ہدایت یافتہ ہیں۔ ان کے متعلق ارشاد فرماتے ہوئے اللہ نے ان کی خصوصیات کا ذکر کیا ہے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کی ایمان باللہ والی صفت کا ذکر فرمایا ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کو دیکھا نہیں مگر میری ذات پر ایمان لے آئے ہیں پھر یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ کا ذکر کر کے دوسری خصوصیت بیان فرمائی کہ یہ نماز قائم کرنے والے ہیں۔ اپنی اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ پھر تیسری خصوصیت کا ذکر ان الفاظ کے ساتھ فرمایا کہ جو رزق ہم نے انھیں عطا کیا اس میں سے وہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والے ہیں۔ یعنی رَزَقْنٰهُمْ ذکر فرما کر انسان پر مال و دولت اور رزق کی اصلیت کو واضح فرمادیا کہ یہ محض ہمارا کرم ہے اور یہ سارے کا سارا اللہ کی عطا اور محض اس کا فضل ہے۔ وہ چاہتا تو اس سے محروم بھی کر سکتا تھا مگر اس نے اپنے فضل اور کرم سے اپنے خزانوں میں سے عطا کیا سو جو شخص اس کے عطا کردہ رزق میں سے دوسروں

پر خرچ کرتا ہے تو ایسا شخص اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت یافتہ ہے۔ اور کامیابی وکامرانی اس کا مقدر ٹھہرتی ہے معلوم ہوا کہ کامیابی کا معیار سب سے پہلے اللہ پر ایمان لانا ہے۔

یہاں پر ایک لطیف نکتہ جو اس آیتِ مبارکہ میں بیان ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ پاک نے سب سے پہلے ایمان بالغیب کا ذکر فرما کر ایمانیات کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ پھر نماز کا ذکر فرما کر حقوق اللہ ذکر فرمائے ہیں اور پھر انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر فرما کر گویا حقوق العباد کا ذکر فرمایا ہے۔ یعنی اس آیتِ مبارکہ میں پورے پورے دین کو سمو کر رکھ دیا ہے۔ اس آیتِ مبارکہ میں لوگوں پر خرچ کرنے اور اُن کی حاجت روائی کرنے والے لوگوں کو کامیاب قرار دے کر گویا اللہ پاک نے اس بات کو اہلِ دنیا پر واضح فرما دیا ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ کامیابی اس کا مقدر ٹھہرے اور وہ روزِ قیامت فلاح پانے والے لوگوں میں شامل ہو جائے تو اُسے چاہیے کہ وہ لوگوں پر اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے خرچ کرے اور لوگوں کے لیے اپنے دستر خوان کو وسیع کرے۔ مشکل وقت میں اُن کے کام آئے کہ یہ عمل اس دنیا میں بھی باعثِ خیر وبرکت ہے اور آخرت میں بھی فلاح وکامیابی کا موجب ہے۔

اسی طرح ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَ اَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛۚ وَ اَحْسِنُوْا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ١٩٥ ..[6]

”اور خرچ کرو اللہ کے راستے میں۔ اور خود اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اور بھلائی وخیر والے بن جاؤ۔ بے شک اللہ احسان کرنے والے لوگوں سے محبت فرماتا ہے۔“

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بڑی صراحت کے ساتھ سخاوت کا مفہوم بیان فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اے لوگو! اللہ کے راستے میں خرچ کرو۔ یعنی اگر کوئی بیمار ہے اور غریب ہے تو اس کے لیے دوا کا بندوبست کرو۔ بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔ حاجت مند کی حاجت روائی کر دو۔ غرضیکہ کسی نہ کسی ضرورت مند وحاجت مند کی ضرورت وحاجت کو پورا کر دو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے کام آنا اور دردمندوں کی ضرورت کو پورا کرنا اصل میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا ہی ہے۔ گویا اللہ کی مخلوق پر خرچ کرنا اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی ہی طرح ہے۔ پھر فرمایا کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ یعنی جو مال اللہ تعالیٰ نے تمھیں دیا ہے اسے درست جگہ پر خرچ کرو۔ نہ کہ فضول اور نامناسب جگہ پر خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضی مول لی جائے۔ کیونکہ اللہ پاک نے جو بھی رزق عطا کیا ہے آخرت میں اس کا حساب بھی لینے والا ہے تو اگر اس کے دیے ہوئے مال کو غلط جگہ یا ناجائز کاموں میں خرچ کیا جائے تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ جب آپ اُس مال کو ایسی جگہ خرچ کریں گے جو اللہ کی ناراضی کا سبب ہے۔ ایک طرف اللہ ناراض دوسری طرف معاشرے کے غرباء کی حق تلفی اور تیسرا یہ کہ اس کا

گناہ بھی آپ کے نامۂ اعمال میں درج ہو جائے گا اس طرح غلط جگہوں پر مال و دولت خرچ کرنا بیک وقت کئی خرابیوں کا سبب ہے جس کی وجہ سے انسان ہلاکت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی آیت مبارکہ میں آگے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ دوسروں کے ساتھ احسان اور بھلائی والا معاملہ کرو۔ یعنی وہی بات کہ دوسروں کے کام آؤ۔ نہ صرف مالی معاونت کے اعتبار سے بلکہ اگر کسی کا غم سن کر اس کے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا جائے تو یہ بھی سخاوت ہی کی ایک قسم ہے۔ اسی طرح اگر کسی کو آپ کے وقت کی ضرورت ہو تو آپ اس کو وقت دے کر بھی اس کی مدد کر سکتے ہیں۔ اسی طرح بیمار شخص کو مدد فراہم کرنا اپاہج اور لاغر لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنا، بیماروں کی عیادت کرنا، یہ سب احسان اور بھلائی کے زمرے میں آتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی مدد کرنا اور اُن کے لیے آسانیاں فراہم کرنا بھلائی کہلاتا ہے۔ جو شخص بھلائی اور کارِ خیر میں مصروف ہو جاتا ہے تو اللہ پاک اُسے سندِ محبوبیت عطا فرماتا ہے یعنی لوگوں کی بھلائی اور کارِ خیر میں مصروف کار شخص کو اللہ تعالیٰ بے حد پسند فرماتا ہے اور اُسے بارگاہ رب العالمین میں قبولیت حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ آیتِ مبارکہ اس بات کو واضح طور پر بیان کر رہی ہے کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنا اور لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنا ایسے اعمال ہیں جو کسی بھی شخص کو بارگاہِ خداوندی اور بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ سے سندِ قبولیت عطا کروا دیتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے ہاتھ کھینچ لے اور دوسروں کے لیے دل کو تنگ کرے تو یقیناً ایسا شخص اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والا ہے۔

اسی طرح سورہ حدید میں ارشادِ ربانی ہے کہ:

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِیْرٌ۷ [7]

"ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ پر اور خرچ اس دولت میں سے جس میں تمھیں نائب بنایا گیا۔ پس ایمان لائے تم میں سے جو لوگ اور خرچ کیا راستے میں اللہ تعالیٰ کے۔ تو اُن لوگوں کے لیے اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔"

اس آیتِ مبارکہ میں بھی سابقہ آیتِ مبارکہ ہی کی طرح اللہ پاک نے سب سے پہلے ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کا حکم دیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ پھر اس کے بعد دولت و ثروت کے متعلق انسانی اختیار کو واضح فرما دیا ہے کہ یہ جو مال و ثروت تمھیں عطا کیا گیا ہے تم اس کے اصل مالک نہیں ہو۔ بلکہ اس مال و دولت کا اصل مالک تو اللہ ہے۔ اور اُس نے بطور نائب یہ مال و دولت تمھارے اختیار میں دیا ہوا ہے۔ اصل مال اللہ ہی کا ہے انسان کو اس نے اس مال پر امین بنایا ہے۔ اب نائب کو یہ اختیار نہیں کہ وہ مالکِ حقیقی کے مال و دولت کو اس کی مرضی کے مطابق خرچ نہ کرے۔ یا اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے ناجائز طریقوں سے غلط کاموں میں خرچ کرتا رہے۔ بلکہ

یہ نائب کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے مالک کی منشاء و مرضی کے تابع رہتے ہوئے اس مال کو خرچ کرے۔ اور مالکِ حقیقی کی منشاء و مرضی کے خلاف اس مال کو نہ ہی خرچ کرے اور نہ ہی فضول کاموں میں صرف کرے۔ دوسرا اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو یہ پیغام بھی دینا چاہتا ہے کہ اے میرے بندے یہ مال و دولت یہ رزق کی فروانی ہمیشہ تمھارے پاس نہیں رہنے والی۔ کل تک یہ مال و دولت دوسروں کے پاس تھا۔ آج ہم نے اسے تمھاری نگرانی میں دے دیا۔ ایک وقت پھر ایسا آئے گا کہ یہ تم سے لے لیا جائے گا۔ ہم نے اس کو محض تمھیں اپنا جانشین بنا کر مختصر وقت کے لیے عطا کیا ہے۔ لہٰذا اس عارضی جانشینی اور عارضی ملکیت کے دور میں اس مال و دولت کو اللہ کی نافرمانی کے راستے میں مت خرچ کرو۔ بلکہ قدم قدم پر اس کی مرضی معلوم کرو کیونکہ یہ سب کچھ اسی کی طرف سے عطا کردہ ہے اور تم نے پھر اسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔ لہٰذا اس عارضی وقت میں مالکِ حقیقی کی منشاء و مرضی کے تابع رہا جائے تاکہ آخرت کی دائمی زندگی میں دائمی اجر و ثواب اور اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل ہو جس کا وعدہ اللہ پاک نے اس آیتِ مبارکہ میں اپنے بدنوں سے فرمایا ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات اس بات کو بالکل واضح انداز میں بیان کرتی ہیں کہ ہر وہ شے جو انسان کو محبوب ہے جب تک اُسے اللہ کے راستے میں خرچ نہ کر دے تب تک بارگاہِ خداوندی میں درجہ قبولیت تک نہیں پہنچ سکتا۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۝۹۲ [8]

"تم ہرگز ہرگز اس وقت تک خیر و فلاح اور نیکی کو حاصل نہ کر پاؤ گے جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہ کرلو۔ اور جو کچھ بھی تم راہِ خدا میں خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب جاننے والا ہے۔"

اللہ پاک نے اس آیتِ مبارکہ میں بارگاہِ خداوندی میں مقبول و محبوب حاصل کرنے کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ تم اپنی وہ چیز جسے تم بہت زیادہ محبوب رکھتے ہو اللہ کے راستے میں خرچ کرو۔ عمومی طور پر جو مشاہدہ ہے وہ یہ ہے کہ انسان سب سے زیادہ اپنی جان کو عزیز رکھتا ہے۔ ہر انسان کو اپنی جان پیاری ہوتی ہے۔ اپنی جان کے تحفظ کی خاطر وہ دوسروں کی جان لینے سے بھی نہیں چُوکتا۔ تو زندگی ہر کسی کو عزیز ہوتی ہے۔ اس کے بعد اولاد بھی انسان کو بہت زیادہ محبوب اور عزیز ہوتی ہے۔ انسان اپنی اولاد کے عیش و سکون کی خاطر خود کو سارا دن مشقت میں مبتلا رکھتا ہے مگر چاہتا ہے کہ اس کی اولاد سکون میں رہے۔ اپنی اولاد کے تحفظ اور ان کی آسائش کے لیے بسا اوقات دوسروں کی حق تلفی بھی کر جاتا ہے۔ اولاد بھی انسان کو بہت زیادہ محبوب اور عزیز ہوتی ہے۔ اس کے بعد مال و دولت اور جائیداد بھی انسان کو بہت محبوب ہوتی ہے۔ دولت و ثروت کی محبت اللہ نے فطرتاً انسان کے دل میں رکھی ہے۔ لیکن اگر یہ محبت حد سے زیادہ بڑھ جائے اور دوسروں کے حق کو بھی انسان ہڑپ کرنے لگ جائے تو اسے ہوس کہتے ہیں اور یہ گناہِ

عظیم ہے۔ اگر یہ مال و دولت کی محبت اعتدال میں رہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے تو انسان سب سے زیادہ اپنی جان ومال اور اولاد سے محبت کرتا ہے اور ان کی خاطر دوسروں سے لڑائی بھی مول لے لیتا ہے۔ قطع تعلقی بھی کرلیتا ہے اور اگر اولاد ومال کی محبت حد سے بڑھ جائے تو انسان کو ہلاکت میں بھی ڈال دیتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ اے ایمان والو! تمھارا مال اور تمھاری اولاد فتنہ ہے دیکھنا کہیں تمھیں ہلاکت میں نہ ڈال دے۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ ان کی حد سے بڑھی ہوئی محبت انسان کو گناہوں پر آمادہ کردیتی ہے۔ تو اللہ پاک نے اس آیتِ مقدسہ میں اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ تم اس وقت تک خیر اور بھلائی تک نہیں پہنچ سکتے جب تک تم اُن چیزوں یعنی اپنی جان ومال اور اولاد کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرلیتے۔ یعنی اس خرچ کرنے سے مراد یہ ہے کہ آپ کا ہر عمل ہی اللہ تعالیٰ کی منشاء ومرضی کے تابع ہو۔ اگر جہاد کی ضرورت ہو تو اللہ کے دین کی خاطر جہاد پر نکلو، اسی طرح اگر کسی شخص کو تمھاری مدد کی ضرورت ہے تو اس کی مدد کرو۔ معذور یا کوئی بیمار ہے تو اس کی خدمت کرو اور اس کی ضرورت پوری کرو۔ بے کسوں اور ناداروں کی حاجت روائی کرو اور مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے یہ مراد ہے کہ دینی تعلیم کے لیے، جہاد کے لیے، اسی طرح غرباء ومساکین کی حاجت روائی کے لیے، بھوکوں کو کھانا کھلانا، بیماروں کے لیے ادویات خریدنا یعنی سائلین کے سوال کو پورا کرنے کے لیے مال کو خرچ کرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہی مال خرچ کرنا ہے۔ اسی طرح اولاد کی اچھی تربیت کرنا، رزقِ حلال سے ان کی پرورش کرنا اور پھر اُن کو بھی اللہ اور اس کے دین کی خدمت کے لیے اور انسانیت کی بھلائی کے لیے وقف کرنا اولاد کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنا ہے اور جو شخص اپنی ان پسندیدہ اشیاء کو اللہ کے راستے میں قربان کرلیتا ہے تو پھر اللہ اسے اپنا محبوب بنالیتا ہے اور اس دنیا میں بھی اسے عزت وعظمت اور فضل وکرم سے نوازتا ہے اور یومِ آخرت میں بھی اُسے بلند اور اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمانے والا ہے۔

جود وسخا اور سیرتِ مصطفیٰ ﷺ

اللہ پاک نے انسان کے لیے جس قدر بھی اخلاق وصفات کو تخلیق فرمایا ہے ہر ایک خلق اور ہر ایک صفت ہی سے میرے نبی محترم ﷺ کو متصف ومزین فرمایا ہے۔ بلکہ ہر خلق اور ہر صفت ہی میرے مصطفیٰ کریم ﷺ کی ذاتِ پاک میں اپنے درجۂ کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔ یعنی کوئی ایسا خلق نہیں کوئی ایسی صفت نہیں جو میرے نبی رحمت ﷺ کی ذاتِ پاک میں درجۂ کمال تک نہ پہنچی ہوئی ہو۔ اسی طرح جود وسخا بھی میرے مصطفیٰ کریم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ میں درجۂ کمال تک پہنچا ہوا ہے۔ آپ ﷺ سا سخی چشمِ فلک نے نہ آپ ﷺ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ ﷺ کے بعد دیکھے گی۔ میرے نبی کریم ﷺ کی سخاوت کے چراغ کے سامنے دُنیا کے تمام بڑے سے بڑے سخیوں کے چراغ بھی ماند پڑ

گئے۔ آپ ﷺ اس قدر سخی تھے کہ جو کچھ بھی آپ ﷺ کی بارگاہِ ادب ناز میں پیش ہوتا آپ ﷺ اُسے لوگوں میں بانٹ کر ہی گھر جایا کرتے تھے۔ خود میرے نبی کریم ﷺ کی شان یہ تھی کہ گھر میں مہینوں تک چولہا نہ جلتا تھا اور فاقے پہ فاقے ہوا کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ بہت زیادہ سخی تھے۔ لوگوں میں سب سے زیادہ آپ ﷺ ہی سخاوت فرمانے والے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی شان رحمت اجود الناس بالخیر اور اکرام الناس بالخیر تھی۔ نبی کریم ﷺ غریبوں، بے کسوں اور محتاجوں پر بہت زیادہ خرچ کرنے والے تھے۔ جو ہدیے یا تحائف آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے نیز جو صدقات و خیرات وغیرہ بھی آپ ﷺ کے پاس لائے جاتے آپ ﷺ اس سب کو فوراً لوگوں میں تقسیم فرمادیتے۔ جس طرح تیز ہوا کا جھونکا انسان کو چھو کر فوراً گزر جاتا ہے اسی طرح جو چیز بھی بارگاہِ نبوت میں پیش کی جاتی وہ فوراً مستحقین تک پہنچ جاتی۔ جو کچھ بھی دن کو پیش کیا جاتا رات ہونے سے پہلے پہلے آپ ﷺ اس کو تقسیم فرمادیتے تھے۔ اس لیے آپ ﷺ کی سخاوت اور جود و کرم سے ہر شخص "الریح المرسله "یعنی تیز ہوا کی طرح مستفید ہوتا۔ نبی رحمت ﷺ کی شانِ جود و سخا باب اس قدر وسیع ہے کہ فتروں کے دفتر کم پڑ جائیں مگر میرے نبی مکرم ﷺ کی شان جود و سخا ختم نہ ہو۔ جب آپ ﷺ کسی کو عطا فرماتے تو اپنی فاقہ کشی کا ذرا خیال نہ کرتے بلکہ سائل کو اس قدر عطا کرتے کہ اس کی طلب ہی ختم ہو جاتی۔ اتنا عطا کرتے کہ اس کی جھولی ہی بھر جاتی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے اسے اتنا عطا کیا کہ اس کی طلب ہی ختم ہو گئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ، فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ، فَأَتَى قَوْمَهُ فَقَالَ: أَيْ قَوْمِ أَسْلِمُوا، فَوَاللهِ إِنَّ مُحَمَّدًا لَيُعْطِي عَطَاءً مَا يَخَافُ الْفَقْرَ.))[9]

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں دستِ سوال دراز کیا کہ مجھے عطا کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو اتنی بکریاں عطا کیں جتنی کہ دو پہاڑوں کے درمیانی جگہ پر آسکتی تھیں۔ پس جب وہ شخص اپنی قوم کی طرف واپس پلٹا تو اپنی قوم سے کہنے لگا کہ اے لوگو! مسلمان ہو جاؤ جلدی سے کہ محمد عربی ﷺ اتنا عطا کرتے ہیں کہ پھر فاقہ کا خوف نہیں رہتا۔ اللہ اکبر یعنی محمد عربی ﷺ کی عطا کے بعد فاقہ تو دور کی بات ہے انسان کی طلب سے بھی بڑھ کر عطا کرتے ہیں۔ نبی رحمت ﷺ کے در کا سوالی خود غنی ہو جاتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی بانٹتا پھرتا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی یہ سخاوت و فیاضی کے سبب وہ پورے کا پورا قبیلہ ہی مسلمان ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت نے اس موقع پر کیا ہی خوب صورت شعر تحریر فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

واہ کیا جود و کرم ہے شہہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرا تیرا

مولانا احمد رضا خاں نے کیا ہی خوب صورت الفاظ میں نبی کریم ﷺ کی شان جود و سخا کو بیان فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ اللہ اللہ آپ ﷺ کی سخاوت اور جود و کرم کے کیا کہنے جو آپ ﷺ کے در کا منگتا ہے آپ ﷺ اس کو اس قدر نواز دیتے ہیں اس قدر اسے عطا کر دیتے ہیں اور اس قدر اُسے بخشش دیتے ہیں کہ اسے پھر اور کی حاجت ہی نہیں رہتی۔ اسی وجہ سے وہ پھر اور کسی کے نہ تو در پر جاتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے سخی کی پکار اور بلاوے پر کان دھر تا ہے۔ کیونکہ جب بھی کوئی سوالی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں آیا تو آقا کریم ﷺ نے اُسے خالی نہیں لوٹایا۔ بلکہ اس کی من کی مرادوں کو پورا کر کے دامن بھر کر عطا کیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((مَا سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا.))[10]

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ نبی رحمت ﷺ سے کچھ مانگا گیا ہو اور آپ ﷺ نے انکار فرمایا ہو۔"

آقا کریم ﷺ نے اپنے در اقدس سے کبھی کسی کو خالی نہیں لوٹایا تھا۔ جو بھی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں آجاتا جھولیاں بھر بھر لے جاتا۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے کیا ہی خوب صورت جملہ تحریر فرمایا کہ جس سے فیض و عطا کے دھارے لیتے ہیں وہ تو فقط بارگاہ مصطفیٰ ﷺ کا ایک قطرہ ہے۔ یعنی آپ ﷺ کے دربارِ گوہر بار کے ایک ایک قطرے کی یہ صلاحیت ہے کہ اس سے فضل و کرم کے دھارے بہتے ہیں اور ایک زمانہ ان سے سیر اب و فیض یاب ہوتا ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ یہ جو تاروں میں چمک ہے یہ جو چاند و سورج میں روشنی ہے یہ تو میرے مصطفیٰ کریم ﷺ کی بارگاہِ ناز کے ایک ذرے کا کمال ہے۔ یعنی رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ کے ایک ذرے کا یہ عالم ہے کہ اس سے مہ و تاب اور تارے چمک پا رہے ہیں تو دریائے رحمت کا عالم کیا ہو گا۔ حضور اکرم ﷺ کی سخاوت اور جود و کرم کا اندازہ آپ ﷺ اس واقعہ سے لگایئے کہ آپ ﷺ کس قدر سخاوت اور عطا کرنے والے تھے۔ شمائل ترمذی میں یہ حدیثِ مبارکہ بیان کی گئی ہے کہ:

((حمل إليه سبعون ألف درهم، فوضعت على حصير، ثم قام إليها يقسمها، فما رد سائلاً، حتى فرغ منها وجاءه رجل فسأله فقال له: ما عندي شيء، ولكن اتبع علياً، فإذا جاءنا شيء قضيناه، فقال عمر: ما كلفك الله ما لا تقدر عليه! فكره

النبي صلى الله عليه وسلم ذلك، فقال رجل من الأنصار: يا رسول الله أنفق ولا تخف من ذي العرش إقلالاً، فتبسم النبي، وعرف البشر في وجهه، وقال: بهذا أُمرت..))[11]

نبی رحمت ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں نوے ہزار درہم پیش کیے گئے۔ میرے آقا کریم ﷺ نے انھیں چٹائی پر رکھ دیا اور خود کھڑے ہو گئے۔ اور لوگوں میں ان درہموں کو تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ اور میرے کریم آقا ﷺ نے کسی بھی سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا۔ یہاں تک کہ وہ سارے کا سارا آپ ﷺ نے وہیں کھڑے کھڑے تقسیم فرما دیا۔ تھوڑی دیر گزری تو ایک شخص آیا اور اس نے دستِ سوال دراز کیا۔ یعنی نبی کریم ﷺ سے طلب کیا۔ آقا کریم ﷺ نے فرمایا اب تو میرے پاس کچھ نہیں بچا اس میں سے جو میں لوگوں میں تقسیم کر رہا تھا۔ لیکن ایسا کرو تم میرے نام پر خرید لو تو جب میرے پاس مال آئے گا تو میں ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اس وقت نبی رحمت ﷺ کے قریب ہی موجود تھے عرض کرنے لگے: یارسول اللہ ﷺ اللہ نے آپ کو اس چیز کا مکلف و ذمہ دار تو نہیں بنایا کہ جو آپ ﷺ کے پاس موجود نہیں آپ ﷺ اُسے دوسروں سے اُدھار لے کر تقسیم کریں۔ یعنی جس چیز پر آپ ﷺ قادر نہیں ہیں اس کا آپ ﷺ کو مکلف تو نہیں بنایا گیا ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات کو سن کر ناپسند فرمایا۔ قربان جاؤں میں اپنے نبی رحمت ﷺ کی اداؤں پر۔ انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا کہ یارسو اللہ ﷺ آپ خرچ کرتے جائیں اور کسی بات کا غم نہ کھائیں کہ عرش کا رب آپ ﷺ کو کسی قسم کی کمی نہیں آنے دے گا۔ اس انصاری صحابی کی بات کو سن کر نبی کریم ﷺ بہت زیادہ خوش ہو کر مسکرائے اور اُس خوشی کے آثار آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر محسوس ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی عطاؤں اور فیض کا دریا ہر دم اپنے عروج پر رہتا۔ آقا کریم ﷺ کی جود و سخا کی کوئی حد نہ تھی۔ مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں:

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی ﷺ
سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
سب سے بالا و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ

رسول کریم ﷺ کا یہ خلق اور یہ جود و سخا ہمارے لیے مشعلِ راہ اور نشانِ منزل ہے کہ ہم اپنے نبی رحمت ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے استفادہ کرتے ہوئے اسی راستے پر چلیں اور جس طرح میرے نبی رحمت ﷺ نے دُکھی انسانیت کے دُکھوں کا مداوا کیا ہمیں بھی اپنے نبی کریم ﷺ کے اُسوۂ پر چلتے ہوئے دوسروں کے کام آنا چاہیے۔

جود وسخا کی فضیلت احادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

قرآن مجید میں جابجا جود وسخا اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے بارے میں احکام بیان فرمائے گئے ہیں۔ قرآن مجید کی طرح احادیثِ رسول اللہ ﷺ سے بھی اُمتِ محمدیہ کو جود وسخا کی ترغیب دی گئی ہے۔ بلکہ آپ ﷺ نے اپنی سیرت اور کردار کے ذریعے سے جود وسخا کی ایسی بے نظیر مثالیں ہمارے لیے قائم فرمائیں جو اس کائناتِ عالم میں کوئی بھی نہ کرسکا۔ کیونکہ جود وسخا انسان کی بارگاہِ خداوندی میں قبولیت کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ اور ایسے لوگ جو اپنا مالک تنگ دست اور نادار لوگوں پر خرچ کرتے ہیں۔ وہ لوگ تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقرب ترین لوگ ہیں۔ بلکہ حسد جیسی قبیح بیماری جس کی وعید میں بے شمار قرآنی آیات و احادیث وارد ہوئی ہیں اور جو کہ ایک بندہ مومن کے لیے حرام ہے مگر نبی رحمت ﷺ نے فرمایا دولوگوں سے حسد کرنا جائز ہے اور وہ دولوگ کون ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا حَسَدَ إِلَّا عَلَى اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الكِتَابَ، وَقَامَ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ، وَرَجُلٌ أَعْطَاهُ اللهُ مَالًا، فَهُوَ يَتَصَدَّقُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ)) [12]

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حسد یعنی رشک کرنا حرام ہے مگر دولوگوں سے حسد کرنا جائز ہے۔ پہلا وہ آدمی جسے اللہ نے قرآن مجید جیسی نعمت سے سرفراز کیا ہو اور وہ قیام اللیل میں قرآن پاک کی تلاوت کرے۔ دوسرا وہ شخص ہے جسے رب العالمین نے صاحبِ ثروت بنایا ہو اور وہ رات دن راہِ خدا میں لٹاتا رہے۔"

قرآن مجید کی طرح بے شمار احادیث میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا حکم ملتا ہے۔ اس حدیثِ مبارکہ کے مطابق وہ شخص جو حاملِ قرآن ہو اور وہ راتوں کو جاگ کر نمازوں میں تلاوت قرآن کرے اور جو شخص صاحبِ ثروت ہو اور وہ اپنی دولت اور مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا جذبہ رکھتا ہو۔ اور دن کے بیشتر حصوں میں اور رات کی گھڑیوں میں بھی یعنی جلوت اور خلوت دونوں حالتوں میں اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے والا ہو تو ایسے لوگوں سے نبی رحمت ﷺ نے فرمایا حسد کرنا جائز ہے۔ جود وسخا کی فضیلت کے حوالے سے ایک اور حدیثِ مبارکہ میں نبی رحمت ﷺ کا ارشادِ عالی شان ہے:

((مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، نُودِيَ مِنْ أَبْوَابِ الجَنَّةِ: يَا عَبْدَ اللَّهِ هَذَا خَيْرٌ.))[13]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور نورِ مجسم نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص راہِ خدا میں کسی بھی چیز کا جوڑا یعنی ایک ہی قسم کی دو اشیاء صدقہ کرے تو اس کے اس عمل کی وجہ سے اسے جنت کے دروازوں میں سے بلایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے اس دروازے سے داخل ہونا تمھارے لیے بہتر ہے۔"

اس حدیثِ پاک میں نبی رحمت ﷺ نے جود و سخا کی عظمت و فضیلت کو بیان کرتے ہوئے اس کے صلہ میں بطور انعام اللہ پاک بندے کو یہ اعزاز بخشے گا کہ روزِ قیامت جب انسان مارامارا پھر رہا ہوگا۔ ہر نفس پریشان ہوگا تو وہ شخص جو اللہ کے راستے میں کسی بھی چیز کا صدقہ کرے گا یعنی دو ایک ہی جیسی چیزیں اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے صدقہ و خیرات کرے گا تو قیامت کے میدان میں اللہ یہ اعزاز عطا فرمائے گا کہ جنت کے دروازوں میں سے اُسے پکارا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہاں اس دروازہ سے گزرو کہ یہاں سے گزرنا تمھارے لیے سعادت اور باعثِ اجر و خیر ہوگا۔ یعنی اس قدر عزت و فضیلت عطا کی جائے گی اہلِ سخاوت کو کہ دُنیا اُن کے مقام اور اُن کی شام کو دیکھ کر ان پر رشک کرے گی۔ اور تمنا کرے گی کہ کاش وہ بھی دُنیا میں ایسی سخاوت کرتے تاکہ آج اس مقام و منصب کے حقدار ٹھہرتے۔ اور پھر سخاوت کرنے کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ہے کہ اگر اتنی تعداد میں خرچ کیا جائے تو ہی جود و سخا کے زمرے میں آئے گا بلکہ سخاوت تو ایک دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو انسان کو دوسروں کی مدد کے لیے انسان کو تیار کرتی اور اُبھارتی ہے۔ جس دل میں یہ کیفیت ہے وہ دل سخی ہے۔ دل کی خوشی اور اطمینان کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے چاہے وہ دیکھنے میں معمولی ہی کیوں نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

((يَا عَائِشَةُ لاَ تَرُدِّي الْمِسْكِينَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، يَا عَائِشَةُ أَحِبِّي الْمَسَاكِينَ وَقَرِّبِيهِمْ فَإِنَّ اللَّهَ يُقَرِّبُكِ يَوْمَ القِيَامَةِ.))[14]

"نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا کسی بھی محتاج اور ضرورت مند کو مایوس نہ کر خواہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ اے عائشہ رضی اللہ عنہا غریب اور محتاج لوگوں سے صحبت کیا کرو ان کو اپنے قریب رکھو اللہ روزِ قیامت تمھیں اپنے قرب سے نوازے گا۔"

اس حدیثِ مبارکہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ضرورت مندوں اور محتاجوں کی مدد کرنا حاجت مندوں کی حاجت روائی کرنا اور اُس کے ساتھ ساتھ فقراء و مساکین کے ساتھ ہمدردی اور ان کی دل جوئی کرنا اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے حصول کا ذریعہ ہے اور قیامت کے دن اللہ پاک کے قرب خاص کے حصول کا ذریعہ بھی ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے خود بھی ساری زندگی فقراء اور مساکین کی نہ صرف حاجت روائی فرمائی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کی

حوصلہ افزائی بھی فرماتے تھے۔ ان کی دل جوئی فرماتے تھے۔ اُن کا حوصلہ بڑھاتے تھے اور انھیں اپنے قریب بٹھاتے تھے تاکہ اُن کا حوصلہ بڑھے اور اُن کے دلوں کو غمِ روزگار سے ذرا چھٹکارا مل جائے اور طمانیت کا احساس ہو۔ یعنی اس حدیثِ پاک میں نبی رحمت ﷺ نے سخاوت کرنے اور پھر لوگوں میں تقسیم کے وقت آپ ﷺ کا رویہ کیسا ہونا چاہیے اس کی بھی وضاحت فرمائی کہ غرباء اور مساکین کو جھڑکا نہ جائے۔ اُن کی اہانت نہ کی جائے اور اُن کے ساتھ سختی سے پیش نہ آیا جائے بلکہ نہایت نرمی و لطافت اور اُن کی حاجت روائی کے موقع پر اُن کی حوصلہ افزائی اور دل جوئی والے الفاظ کہے جائیں تاکہ وہ جو اس موقع پر احسان مندانہ یا شرمساری کے بوجھ تلے نہ دب جائیں۔ اور اُن کے ساتھ اس طرح گفتگو کی جائے کہ وہ شرمندگی اور اہانت محسوس نہ کریں۔ بلکہ اُن کی دل جوئی کا سامان ہونا چاہیے۔ ایسی سخاوت جس میں تکبر و غرور اور بڑائی ہو اور غرباء و مساکین کی اہانت ہو یہ سخت حرام اور اللہ کا ناپسندیدہ ترین عمل ہے۔ بلکہ فقراء اور مساکین کے ساتھ محبت اور حُسنِ سلوک کا مظاہرہ ہونا چاہیے۔ اللہ کے راستے میں جو خرچ کیا جائے اُسے معمولی نہ سمجھا جائے بلکہ جو بھی خلوصِ نیت سے اس کے راستے میں خرچ کیا جائے وہ اس کی بارگاہ میں قبول ہو جاتا ہے اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے رزق میں کمی نہیں آتی بلکہ رزق میں فراوانی آجاتی ہے جیسا کہ اللہ کی شانِ سخاوت کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اے میرے بندے تو میرے راستے میں خرچ کر دیکھ میں تجھے اس سے زیادہ عطا نہ کروں تو کہنا۔ حدیثِ مبارکہ کے یہ الفاظ ہیں:

((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ، وَقَالَ: يَدُ اللَّهِ مَلْأَى لاَ تَغِيضُهَا نَفَقَةٌ.)) [15]

"نبی محترم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اے میرے بندے تو میری راہ میں مال کو خرچ کر میں تجھے اور عطا کروں گا۔ اور مزید فرمایا کہ رب تعالیٰ کے خزانے تو لبالب ہیں۔ دن رات خرچ ہونے سے بھی خالی نہیں ہوتے۔ اور اے بندے کیا تو دیکھتا نہیں کہ جب سے زمین و آسمان کی تخلیق ہوئی ہے اللہ رب العزت نے ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک کس قدر اپنے بندوں کو عطا کیا ہے لیکن اس کے خزانوں میں پھر بھی کمی نہیں آئی۔"

رب تعالیٰ اپنے بندوں پر کس قدر رحمت اور فضل فرمانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود بھی سخی ہے اور سخاوت کرنے والوں کو پسند بھی فرماتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت جود و سخا ہی ہے کہ وہ اطاعت گزار بندوں کو تو دیتا ہی دیتا ہے ساتھ نافرمانوں پر بھی برابر عطائیں اور رزق دیے جا رہا ہے۔ جس طرح خالقِ کائنات خود اپنے بندوں کے ساتھ معاملہ فرمانے والا ہے اسی طرح وہ چاہتا ہے کہ میرے بندے بھی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ایسے ہی معاملہ کیا

کریں یعنی جس طرح میں ان کی خطاؤں سے چشم پوشی کر کے ان پر اپنی عطائیں کرتا ہوں تو یہ بھی اسی طرح دوسروں کی خطاؤں سے چشم پوشی کرتے ہوئے ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کریں۔

بخل کے اثرات اور اس کے نتائج

اللہ تعالیٰ کے راستے میں صدقِ دل اور خوشی وشادمانی سے خرچ کرنا یا اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا جذبہ دل میں ہونا سخاوت کہلاتا ہے۔ اگر مال و دولت نہ بھی ہو کسی اور ذریعے سے دوسروں کی مدد کرنا یا اس کا جذبہ دل میں ہونا یہ بھی سخاوت ہی کی قسم ہے۔ سخاوت جس قدر اللہ اور اُس کے رسولِ مکرم ﷺ کو محبوب ہے۔ اسی قدر اللہ اور اس کے رسولِ مکرّم ﷺ کو بخل سے نفرت ہے۔ بخل ایک ایسی بدخصلت کا نام ہے جو انسان کو خیر وبرکت اور رحمت الٰہی سے محروم کر دیتی ہے۔ بخل دل کی ایسی کیفیت کا نام ہے جس میں انسان مال و دولت سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ مال و دولت کی ہوس اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اس کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا یہاں تک کہ اللہ اور اُس کے رسولِ مکرم ﷺ کے فرامین و احکامات کو بھی پس پشت ڈال دیتا ہے۔ دل تنگ اور سخت ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے دوسروں کی پریشانی اور دُکھ درد کو دیکھ کو بھی اس کے دل میں جذبہ رحم پیدا نہیں ہوتا۔ بخل نہایت بدبخت قسم کی دل کی ایک بیماری کا نام ہے جو دل کو رحمت و برکت اور خیر و بھلائی سے محروم کر دیتی ہے۔ جب انسان اس بیماری کا شکار ہو جائے تو پھر دل سخت ہو جاتا ہے اور دل میں جذبہ ترحم پیدا نہیں ہوتا۔ جب انسان کے اپنے دل میں جذبہ ترحم پیدا نہیں ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں فرماتا۔ یوں اس شخص کی بدبختی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ حدیثِ رسول اللہ ﷺ میں ہے کہ بخیل اور کنجوس جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لاَ يَدْخُلُ الجَنَّةَ خِبٌّ وَلاَ مَنَّانٌ وَلاَ بَخِيلٌ.))[16]

”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کمینی خصلت والا اور بخیل اور دوسروں پر احسان کر کے جتلانے والے یہ تینوں شخص جنت میں نہیں جائیں گے۔“

اس حدیثِ مبارکہ میں اس قدر سخت وعید ہے ایسے شخص کے لیے جو بدخصلت ہو، کمینہ ہو یعنی دوسروں کو تکلیف میں مبتلا دیکھ کر خوش ہونا یا دوسروں کو تکلیف میں مبتلا کرنے والا شخص گھٹا اور کمینی فطرت کا مالک ہوتا ہے۔ تو ایسا شخص بھی جنت میں داخل نہ ہو پائے گا۔ دوسرے نمبر پر وہ شخص جو بخیل ہے۔ وہ اپنے بخل کے سبب جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔ یعنی بخل اس قدر بُرا اور گھٹیا فعل ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس قدر ناپسند ہے کہ بخیل شخص کو جنت میں داخل تک نہیں فرمائے گا۔ تیسرے نمبر پر ایسا شخص جو اللہ کے راستے میں خرچ تو کرتا ہے، سخاوت کرنے کا دعوے

دار بھی ہے۔ لوگوں کے ساتھ احسان والا معاملہ بھی کرتا مگر جنت میں نہیں جا پائے گا کیونکہ وہ احسان کر کے پھر جتلاتا ہے اور اس کا یہ احسان جتلانا غرباء اور مساکین کی دل آزاری کا سبب بنتا ہے۔ فقراء اور نادار اس کے عمل کی وجہ سے شرمندگی محسوس کرتے ہیں اور تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں تو نیکی اور بھلائی کر کے جتلانے کی وجہ سے جو غرباء اور مساکین شرمندگی اور تکلیف محسوس کرتے ہیں اس وجہ سے احسان کرنے والے کی نہ صرف وہ نیکی ضائع ہو جاتی ہے بلکہ اُسے اُلٹا گناہ بھی حاصل ہے اور جنت سے محرومی بھی اس کا مقدر ٹھہرتی ہے۔ لمحۂ فکریہ آج کے دور میں اُن مخیّر حضرات کے لیے جو معمولی سی رقم یا اشیاء خورد و نوش دینے کے موقع پر تصویر کھنچوا کر نمائش کرتے پھرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے نہ صرف نیکی ضائع ہو جاتی ہے بلکہ گنہ گار بھی ہوتے ہیں اور جنت سے محروم بھی کر دیے جاتے ہیں۔ لہٰذا ایسے ہی بد خصلتوں سے اجتناب ضروری ہے تاکہ خود بھی انسان گناہوں سے بچ سکے اور معاشرہ بھی بد خصلتوں سے محفوظ رہ سکے۔

سخاوت کے فوائد و اثرات

جود و سخا ایک ایسا آفاقی وصف ہے جو اپنے موصوف کو اس دنیا میں بھی کامیابی و کامرانی سے نوازتا ہے اور آخرت کی زندگی میں بھی اللہ کے حضور سرخرو کرتا ہے۔ جود و سخا اور فضل و احسان ایسے اعمال ہیں جو اللہ اور اس کے نبی مکرم ﷺ کو از حد مرغوب و محبوب ہیں۔ سو رضائے الٰہی اور خوشنودی الٰہی کو حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ جود و سخا کے نہ صرف اُخروی فوائد ہیں بلکہ اس کے دنیاوی فوائد کے ساتھ ساتھ جسمانی و روحانی بھی بہت سارے فوائد ہیں جو سخی کو حاصل ہوتے ہیں:

۱- سخی کو اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے۔ اس کا دل مطمئن اور سکون میں رہتا ہے۔ ڈپریشن اور ٹینشن سے اُسے نجات مل جاتی ہے۔

۲- سخاوت کرنے والے شخص کی ذات میں خود اعتمادی پیدا ہو جاتی ہے۔

۳- دوسروں پر احسان اور اُن کے ساتھ بھلائی و خیر کا معاملہ کرنے والا شخص اندرونی طور پر بہتر محسوس کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی صحت پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

۴- سخاوت اور بھلائی کرنے والے شخص کی سوچ مثبت ہو جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ مثبت سوچ اس کی فطرت بن جاتی ہے اور وہ ہمیشہ ایک صحت مند اور خوش و خرم زندگی گزارتا ہے۔

۵- سخاوت سے معاشرے میں مادیت پرستی کے رجحان میں کمی آتی ہے اور روحانیت کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔

۶- سخاوت کے ذریعے سے معاشرے کے افراد میں باہمی ربط مضبوط اور مزید تعلقات بنتے ہیں یوں کڑی سے کڑی ملتی جاتی ہے اور معاشرے کے افراد میں ہم آہنگی اور ایک دوسرے کی مدد ہوتی جاتی ہے۔

۷- امدادِ باہمی کے جذبہ کو فروغ ملتا ہے اور آپس میں ایک دوسرے کی مدد کے جذبات کو فروغ ملتا ہے۔

معاشرے میں جذبہ سخاوت کے فروغ کی ممکنہ جہات

کسی بھی معاشرے میں اخلاقی اقدار کا فروغ اس معاشرے کے استحکام اور اس کی بقا کے لیے ضروری ہے۔ اگر معاشرے میں اخلاقی اقدار کو فروغ حاصل نہ ہو تو معاشرہ ایک جنگل کا ساسماں پیش کرنے لگ جاتا ہے۔ اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر تباہی کے راستے پر چل نکلتا ہے۔ ضروری ہے کہ معاشرے میں اخلاقی اقدار کے فروغ کے لیے کام کیا جائے۔ اخلاقی اقدار میں سے ایک اعلیٰ وصف سخاوت ہے جس کے معاشرے پر نہایت دور رس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ لہٰذا چاہیے کہ اسے بھی معاشرے میں فروغ دیا جائے جس کی چند ممکنہ جہات درج ذیل ہیں:

۱- لوگوں کو سخاوت سے متعلق قرآن و سنت کی تعلیمات سے آگاہی دی جائے۔

۲- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالاتِ زندگی اور طرزِ عمل مثلاً مواخاتِ مدینہ جیسے بے مثال واقعات سے آگاہ کیا جائے کہ ایسی سخاوت کے مظاہر پیش کرنے والے کوئی اور نہیں ہمارے ہی آباؤاجداد تھے۔

۳- جود وسخا کے موضوع پر لٹریچر کی اشاعت کے لیے جدید ذرائع ابلاغ استعمال کیے جائیں۔

۴- جود وسخا کے موضوع پر علمی نشستوں کا اہتمام کیا جائے۔

۵- بالخصوص علماء کرام اپنے عمل و کردار سے لوگوں میں سخاوت کے جذبے کو پیدا کریں۔

۶- بچوں کی تربیت میں سخاوت کرنے کے عنصر کو غالب رکھیں یعنی ان میں یہ عادت پیدا کریں۔

خلاصۂ بحث

جود و سخا ایک عظیم اخلاقی قدر ہے جو ایک انسان کو اس دنیا میں بھی کامیابی دلاتی ہے اور آخرت میں بھی بارگاہِ خداوندی میں سرخرو اور کامیاب ٹھہراتی ہے۔ دوسری طرف کسی بھی معاشرے کے توازن کے لیے بھی ضروری ہے کہ معاشرے کے مالدار افراد اس صفت سے متصف ہوں تا کہ ایک متوازن معاشرہ تشکیل پا سکے۔

اللہ پاک نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر سخاوت کی ترغیب و ترہیب دی ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے بھی ہمیں سخاوت کا درس ملتا ہے۔ بد قسمتی سے آج ہمارے معاشرے میں سخاوت جیسی اخلاقی قدر زوال پذیر ہے۔ اور کچھ لوگ سخاوت کو اپنی نمود و نمائش کے لیے استعمال کر رہے ہیں جو کہ بذاتِ خود ایک قبیح عمل ہے۔ ضروری ہے کہ معاشرے میں سخاوت کو فروغ دیا جائے۔

حوالہ جات

1 القرآن، المعارج ۷۰: ۲۳، ۲۴۔

2 موسوعة المصطلحات و القواميس الإسلامية المترجمة.

3 محمد بن محمد الغزالي، احياء العلوم (بيروت: دار الجديد، س ن)، ج: ۳، ص: ۲۰۹.

4 موسوعة المصطلحات و القواميس الإسلامية المترجمة.

5 القرآن، البقرہ ۲: ۳۔

6 القرآن، البقرہ ۲: ۱۹۵۔

7 القرآن، الحدید ۵۷: ۷۔

8 القرآن، آل عمران ۳: ۹۳۔

9 مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري، صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب ما سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا...، رقم الحديث: ۲۳۱۲.

10 مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري، صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب ما سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا...، رقم الحديث: ۲۳۱۱.

11 شمائل الترمذي؟؟؟

12 محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري، صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب اغتباط صاحب القرآن، رقم الحديث: ۵۰۲۵.

13 محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري، صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب: الريان للصائمين، رقم الحديث: ۱۸۹۷.

14 محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، سنن الترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء أن فقراء المهاجرين يدخلون الجنة...، رقم الحديث: ۲۳۵۲.

15 محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري، صحيح البخاري، كتاب تفسير القرآن، باب قوله: وكان عرشه علي الماء (هود: ۷)، رقم الحديث: ۴۶۸۴.

16 محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، سنن الترمذي، أبواب البر و الصلة، باب ما جاء في البخيل، رقم الحديث: ۱۹۶۳.